پوسٹ (1)

ایمانیات

مسلمانوں کے بنیادی عقائد

ایمان کی حقیقت

سوال:۔ایمان کیا ہے؟ حدیث کی روشنی میں وضاحت کریں۔

جواب:۔حدیث جبرائیل میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا پہلا سوال یہ تھا کہ اسلام کیا ہے؟ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے پانچ ارکان ذکر فرمائے۔(۱) حضرت جبرائیل علیہ السلام کا دوسرا سوال یہ تھا کہ: ایمان کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''ایمان یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر اور ایمان لاؤ اچھی بری تقدیر پر۔''(۲)

ایمان ایک نور ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے دل میں آجاتا ہے، اور جب یہ نور دل میں آتا ہے تو کفر وعناد اور رسومِ جاہلیت کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں اور آدمی ان تمام چیزوں کو جن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے، نورِ بصیرت سے قطعی سچی سمجھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا ہے یہاں تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ ہوجائے جس کو میں لے کر آیا ہوں (۳)۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین میں سب سے اہم تر یہ چھ باتیں ہیں جن کا ذکر اس حدیث پاک۔۔۔حدیثِ جبریل۔۔۔میں فرمایا ہے۔۔۔دیکھا جائے تو۔۔۔پورے دین کا خلاصہ انہی چھ باتوں میں آجاتا ہے:

۱:۔اللہ تعالیٰ پر اِیمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذات وصفات میں یکتا سمجھے، وہ اپنے وجود اور اپنی ذات وصفات میں ہر نقص اور عیب سے پاک اور تمام کمالات سے متصف ہے، کائنات کی ہر چیز اسی کے ارادہ ومشیت کی تابع ہے، سب اسی کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، کائنات کے سارے تصرفات اسی کے قبضے میں ہیں، اس کا کوئی شریک اور ساجھی نہیں۔(۴)

۲:۔فرشتوں پر اِیمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ فرشتے، اللہ تعالیٰ کی ایک مستقل نورانی مخلوق ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم ہو، بجالاتے ہیں، اور جس کو جس کام پر اللہ تعالیٰ نے مقرّر کردیا ہے وہ ایک لمحے کے لئے بھی اس میں کوتاہی نہیں کرتا۔(۵)

۳:۔رسولوں پر اِیمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت اور انہیں اپنی رضامندی اور ناراضی کے کاموں سے آگاہ کرنے کے لئے کچھ برگزیدہ انسانوں کو چن لیا، انہیں رسول اور نبی کہتے ہیں۔ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی خبریں رسولوں کے ذریعے ہی پہنچتی ہیں، سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام تھے، اور سب سے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کسی کو نبوّت نہیں ملے گی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا لایا ہوا دِین قیامت تک رہے گا۔(۶)

۴:۔کتابوں پر اِیمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کی معرفت بندوں کی ہدایت کے لئے بہت سے آسمانی ہدایت نامے عطا کئے، ان میں چار زیادہ مشہور ہیں: تورات، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اُتاری گئی، زَبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل کی گئی، اِنجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی اور قرآن مجید جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ یہ آخری ہدایت نامہ ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے پاس بھیجا گیا، اب اس کی پیروی سارے انسانوں پر لازم ہے اور اس میں ساری انسانیت کی نجات ہے، جو

شخص اللہ تعالیٰ کی اس آخری کتاب سے رُوگردانی کرے گا وہ ناکام اور نامراد ہوگا۔ (۷)

۵:۔ قیامت پر اِیمان لانے کا یہ مطلب ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ ساری دُنیا ختم ہوجائے گی زمین وآسمان فنا ہوجائیں گے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ سب کو زِندہ کرے گا اور اس دُنیا میں لوگوں نے جو نیک یا برے عمل کئے ہیں، سب کا حساب و کتاب ہوگا۔ میزانِ عدالت قائم ہوگی اور ہر شخص کی نیکیاں اور بدیاں اس میں تولی جائیں گی، جس شخص کے نیک عملوں کا پلہ بھاری ہوگا اسے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا پروانہ ملے گا اور وہ ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کے مقام میں رہے گا جس کو ''جنت'' کہتے ہیں، اور جس شخص کی بُرائیوں کا پلہ بھاری ہوگا اسے اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا پروانہ ملے گا اور وہ گرفتار ہوکر خدائی قید خانے میں، جس کا نام ''جہنم'' ہے، سزا پائے گا، اور کافر اور بے ایمان لوگ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے۔ دُنیا میں جس شخص نے کسی دُوسرے پر ظلم کیا ہوگا، اس سے رِشوت لی ہوگی، اس کا مال ناحق کھایا ہوگا، اس کے ساتھ بدزبانی کی ہوگی یا اس کی بے آبروئی کی ہوگی، قیامت کے دن اس کا بھی حساب ہوگا، اور مظلوم کو ظالم سے پورا پورا بدلا دِلایا جائے گا۔ الغرض خدا تعالیٰ کے انصاف کے دن کا نام ''قیامت'' ہے، جس میں نیک و بد کو چھانٹ دیا جائے گا، ہر شخص کو اپنی پوری زندگی کا حساب چکانا ہوگا اور کسی پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا۔ (۸)

۶:۔ اچھی اور بُری تقدیر پر اِیمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ کارخانۂ عالم آپ سے آپ نہیں چل رہا، بلکہ ایک علیم و حکیم ہستی اس کو چلا رہی ہے۔ اس کائنات میں جو خوشگوار یا ناگوار واقعات پیش آتے ہیں وہ سب اس کے ارادہ و مشیت اور قدرت و حکمت سے پیش آتے ہیں۔ کائنات کے ذرّہ ذرّہ کے تمام حالات اس علیم و خبیر کے علم میں ہیں اور کائنات کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ نے ان تمام حالات کو، جو پیش آنے والے تھے، ''لوحِ محفوظ'' میں لکھ لیا تھا۔ بس اس کائنات میں جو کچھ بھی وقوع میں آرہا ہے وہ اسی علمِ ازلی کے مطابق پیش آرہا ہے، نیز اسی کی قدرت اور اسی کی مشیت سے پیش آرہا ہے۔ الغرض کائنات کا جو نظام حق تعالیٰ شانہٗ نے ازل ہی سے تجویز کر رکھا تھا، یہ کائنات اس طے شدہ نظام کے مطابق چل رہی ہے۔ (۹)

(۱) عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: بینما نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم إذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لَا یرىٰ علیہ أثر السفر، ولَا یعرفہ مِنّا أحد، حتّٰی جلس إلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فأسند رُکبتیہ إلٰی رکبتیہ ووضع کفیہ علٰی فخذیہ وقال: یا محمد! أخبرنی عن الْإسلام۔ قال: الْإسلام أن تشھد أن لَا إلٰہ إلّا اللہ وأن محمدًا رسول اللہ، وتقیم الصلٰوۃ، وتؤتی الزکٰوۃ، وتصوم رمضان، وتحج البیت إن استطعت إلیہ سبیلا۔ قال: صدقت! فعجبنا لہ یسألہ ویصدّقہ۔ قال: فأخبرنی عن الْإیمان۔۔۔إلخ۔ (مشکٰوۃ ص:۱۱)۔

(۲) "۔۔۔قال: ان تؤمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ۔۔۔" (مشکوٰۃ، کتاب الْإیمان، الفصل الأوّل ص:۱۱ طبع قدیمی کراچی)۔

(۳) "۔۔۔لَا یؤمن أحدکم حتّٰی یکون ھواہ تبعًا لما جئت بہ" (مشکوٰۃ، باب الْإعتصام بالکتاب والسنۃ، الفصل الثانی ص:۳۰ طبع قدیمی کراچی)۔

(۴) قال: أن تؤمن باللہ۔۔۔أی بتوحید ذاتہ وتفرید صفاتہ وبوجوب وجودہ وبثبوت کرمہ وجودہ وسائر صفات کمالہ من مقتضیات جلالہ وجمالہ۔۔۔إلخ۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج:۱ ص:۴۹ طبع بمبئی)۔

(۵) (وملائکته۔۔۔ معناه أطلقت بالغلبة علی الجواهر العلویة النورانیة المبرأة عن الکدورات الجسمانیة وهی وسائط بین اللہ وبین أنبیائه وخاصة أصفیائه وقال بعضهم: هی أجسام لطیفة نورانیة مقتدرة علٰی تشکلات مختلفة۔۔۔ وانهم عباد مکرمون یسبحون اللیل والنهار لَا یفترون ولَا یعصون اللہ ما أمرهم ویفعلون مایؤمرون۔ (مرقاة شرح مشکٰوة, کتاب الْإیمان ج: ۱ ص: ۴۹، ۵۰)۔

(۶) (ورسله) بأن تعرف انهم بلغوا ما أنزل اللہ إلیهم وانهم معصومون, وتؤمن بوجودهم فیمن علم بنص أو تواتر تفصیلًا, وفی غیرهم إجمالًا۔ (مرقاة شرح المشکٰوة ج: ۱ ص: ۵۰)۔ أول الرسل آدم وآخرهم محمد۔ (کنز العمال ج: ۱۱ ص: ۴۸۰ حدیث نمبر: ۳۲۲۶۹ طبع بیروت)۔ وعن أنس بن مالک رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: ان الرسالة والنبوة قد انقطعت, فلا رسول بعدی ولَا نبیّ۔ (ترمذی, ابواب الرؤیا ج: ۲ ص: ۵۱)۔

(۷) (وکتبه) أی ونعتقد بوجود کتبه المنزلة علٰی رسله تفصیلًا فیما علم یقینًا کالقرآن والتوراة والزَّبور والْإنجیل, وإجمالًا فیما عداه, وأنها منسوخة بالقرآن وأنه لَا یجوز علیه نسخ ولَا تحریف إلٰی قیام الساعة۔ (مرقاة شرح مشکٰوة ج: ۱ ص: ۵۰)۔

(۸) (والیوم الآخر) أی یوم القیامة لأنه آخر أیام الدنیا۔۔۔ وذٰلک بأن تؤمن بوجوده وبما فیه من البعث الجسمانی والحساب والجنَّة والنَّار وغیر ذٰلک مما جاءت به النصوص۔ (مرقاة شرح مشکٰوة ج: ۱ ص: ۵۱)۔

(۹) (خیره وشره) أی نفعه وضره وزید فی روایة وحلوه ومره۔۔۔ والمعنٰی تعتقد أن اللہ تعالٰی قدر الخیر والشر قبل خلق الخلائق وان جمیع الکائنات متعلق بقضاء اللہ مرتبط بقدره, قال اللہ تعالٰی: قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ وهو مرید لها۔۔۔ ثم القضاء هو الحکم بنظام جمیع الموجودات علٰی ترتیب خاص فی أمّ الکتاب أوّلًا ثم فی اللوح المحفوظ ثانیًا علٰی سبیل الْإجمال والقدر تعلق الْإرادة بالأشیاء فی أوقاتها وهو تفصیل قضائه السابق بإیجادها۔۔۔ هٰذا تحقیق کلام القاضی۔ (مرقاة شرح مشکٰوة ج: ۱ ص: ۵۱, أیضًا شرح فقه أکبر ص: ۱۳ تا ۱۵)۔

پوسٹ (2)

نجات کے لئے ایمان شرط ہے

سوال:۔ ہم نے سن رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخر میں دوزخ سے ہر اس آدمی کو نکال لے گا، جس کے دل میں رائی کے برابر اِیمان ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ کسی موحد کو مشرک کے ساتھ رکھوں، تو کیا آج کل کے عیسائی اور یہودیوں کو بھی دوزخ سے نکال دے گا؟ کیونکہ وہ بھی اللہ کو مانتے ہیں، لیکن ہمارے رسول کو نہیں مانتے، اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت عزیرؑ کو خدا کا بیٹا تصوّر کرتے ہیں، تو کیا عیسائی اور یہودی ’’رائی برابر ایمان والوں‘‘ میں ہوں گے یا نہیں؟

جواب:۔ دائمی نجات کے لئے ایمان شرط ہے، کیونکہ کفر اور شرک کا گناہ کبھی معاف نہیں ہوگا (۱) اور اِیمان کے صحیح ہونے کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کو ماننا کافی نہیں، بلکہ اس کے تمام رسولوں کا ماننا بھی ضروری ہے۔ (۲) اور جو لوگ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ کا آخری نبی نہیں مانتے، وہ خدا تعالیٰ پر بھی ایمان نہیں رکھتے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے رسول اور خاتم النبیّین ہونے کی شہادت دی ہے، (۳) پس جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت اور ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے وہ اللہ تعالیٰ کی شہادت کو جھٹلاتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بات کو جھوٹی کہے وہ اللہ تعالیٰ کو ماننے والا نہیں، پس آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے دین کو قبول کرنا شرطِ نجات ہے، غیر مسلم کی نجات نہیں ہوگی۔(۴)

(۱) ”اِنَّ اللہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ، وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللہِ فَقَدِ افْتَرٰی اِثْمًا عَظِیْمًا“ (النساء:۴۸)۔

(۲) ”اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ، لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ“ (البقرۃ:۲۸۵)۔

(لَا نفرّق) بل نؤمن بالکلّ بین أحد من رسلہ أحد فی معنی الجمیع۔ (تفسیر نسفی ج:۱ ص:۲۳۳، طبع دار ابن کثیر بیروت)۔

(۳) قال اللہ تعالٰی: ”مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ“ (الأحزاب:۴۰)۔

(۴) عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”والّذی نفس محمدٍ بیدہٖ! لَا یسمع بی أحد من ھٰذہ الأمّۃ یھودی ولَا نصرانی ثم یموت ولم یؤمن بالذی أرسلتُ بہٖ إلّا کان من أصحاب النّار۔“ (رواہ مسلم ج:۱ ص:۸۶، مشکوٰۃ ص:۱۲)۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ما من أحد یسمع بی من ھٰذہ الأمّۃ ولَا یھودی ولَا نصرانی ولَا یؤمن بی إلّا دخل النار، فجعلت أقول أین تصدیقھا فی کتاب اللہ؟ حتّٰی وجدت ھٰذہ الآیۃ: وَمَنْ یَّکْفُرْ بِہٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُہٗ، قال: الأحزاب الملل کلھا۔ (مستدرک حاکم، کتاب التفسیر ج:۲ ص:۳۴۲)۔

پوسٹ (3)

زبان سے اسلام کا اِقرار نہیں کیا اور مرگیا

سوال:۔ ایک شخص گھر سے نکلا اس خیال پر کہ کسی عالمِ دِین کے پاس جاکر اسلام قبول کرے، دِل نے تو اِسلام قبول کرلیا اور زبان سے اقرار نہیں کیا، اور راستے میں اسے موت آگئی، اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟ مسلمان ہے یا کافر؟

جواب:۔ دُنیوی اَحکام جاری ہونے کے لئے اِقرار شرط ہے، اگر کسی شخص کے سامنے اس نے اپنے اسلام لانے کا اقرار نہیں کیا تو دُنیوی اَحکام میں اس کو مسلمان نہیں سمجھا جائے گا، اور اگر کسی کے سامنے اسلام کا اقرار کرلیا تھا تو اس پر مسلمانوں کے اَحکام جاری ہوں گے۔(۱)

(۱) وذھب جمھور المحققین الٰی أن الإیمان ھو التصدیق بالقلب وانما الإقرار شرط لإجراء الأحکام فی الدُنیا لما ان تصدیق القلب أمر باطنی لَا بد لہ من علامۃ فمن صدق بقلبہٖ ولم یقر بلسانہٖ فھو مؤمن عند اللہ تعالٰی ولم یکن مؤمنًا فی أحکام الدُّنیا۔ (شرح فقہ اکبر ص:۱۰۴ طبع دھلی مجتبائی)۔

پوسٹ (4)

وجودِ باری تعالٰی کے متعلق کیا عقیدہ ہونا چاہئے؟

سوال:۔ زید کہتا ہے کہ حکماء اور فلسفیوں کے نزدیک اللہ تعالٰی نہ عالم کے اندر ہے، نہ عالم کے باہر، اور صوفیاء کے نزدیک خود عالم کے اندر اور باہر ہر جگہ ہے۔ زید کہتا ہے کہ صوفیوں اور فلسفیوں دونوں کا کہنا غلط ہے، فلسفیوں کا اس لئے غلط ہے کہ جو چیز عالم کے اندر ہو نہ باہر، وہ عدم ہوتی

ہے، عالم سے مبرّ انہیں ہوتی، کیونکہ مبرّ اہونے کے لئے وجود چاہئے، نیز عالم چونکہ حادث ہے، اس لئے عالم یا اس کے باہر کسی حادث کا اثبات یا نفی تو ممکن ہوسکتی ہے، مگر خود حادث نہیں، لہٰذا عالم یا اس سے باہر نہ خدا کا اثبات ہوسکتا ہے، نہ نفی، لہٰذا یہ دونوں باتیں غلط ہیں کہ خدا نہ عالم میں موجود ہے، نہ باہر۔ اور یہ بھی غلط ہے کہ خدا عالم اور اس سے باہر ہر جگہ موجود ہے، بلکہ صرف یہ کہنا چاہئے کہ خدا حدوث اور عالم سے مبرّ اہے اور خدا کو ہر جگہ کہنا یا ہر جگہ سے نفی کرنا صحیح نہیں۔ بس خدا کو عالم سے مبرّ اکہنا چاہئے۔ آپ سے گزارش یہ ہے کہ زید کے اس قول کے بارے میں یہ بتائیں کہ آیا یہ اہلِ سنت والجماعت کے عقیدے کے مطابق ہے یا نہیں؟ نیز اہلِ سنت کا اس بارے میں کیا عقیدہ ہے؟

جواب:۔ خدا کے بارے میں بغیر نص کے محض عقلی ڈھکوسلے جائز نہیں۔(۱) اہلِ سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ عوام ان لغو مباحث میں وقت ضائع نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کو کمیت و کیفیت، جہت و مکان سے پاک سمجھیں۔(۲)

(۱) ”وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ“ (بنی اسرائیل:۳۶) ”ان القول بالرأی والعقل المجرد فی الفقه والشریعة بدعة وضلالة فأولٰی أن یکون ذٰلک فی علم التوحید والصفات بدعة وضلالة. فقد قال فخر الإسلام علی البزدوی فی أصول الفقه انه لم یرد فی الشرع دلیل علٰی أن العقل موجب۔۔۔“ (شرح فقه أکبر ص:۸،۷)۔

(۲) والمحدث للعالم هو الله تعالٰی۔۔۔ ولَا محدود ولَا معدود ولَا متبعض ولَا متجزئ ولَا مترکب ولَا متناه. ولَا یوصف بالماهیة ولَا بالکیفیة ولَا یتمکن فی مکان ولَا یجری علیه زمان۔ (شرح العقائد النسفی ص:۳۱ تا ۴۰ طبع خیر کثیر کراچی)۔

پوسٹ(5)

مسلمان کی تعریف

سوال:۔ مسلمان کی تعریف کیا ہے؟

جواب:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پورے دین کو ماننے والا مسلمان ہے،(۱) دینِ اسلام کے وہ امور جن کا دین میں داخل ہونا قطعی تواتر سے ثابت اور عام و خاص کو معلوم ہو، ان کو ”ضروریاتِ دین“ کہتے ہیں۔(۲) ان ”ضروریاتِ دین“ میں سے کسی ایک بات کا انکار یا تاویل کرنے والا کافر ہے۔(۳)

(۱) الإیمان وهو تصدیق محمد صلی الله علیه وسلم فی جمیع ما جاء به عن الله تعالٰی ممّا عُلم مجیئه ضرورة۔ (در مختار ج:۴ ص:۲۲۱، باب المرتد، طبع ایچ ایم سعید)۔

(۲) والمراد بالضروریات علی ما اشتهر فی الکتب: ما علم کونه من دین محمد صلی الله علیه وسلم بالضرورة، بأن تواتر عنه واستفاض وعلمته العامة کالوحدانیة والنبوة وختمها بخاتم الأنبیاء وانقطاعها بعده ۔۔۔ وکالبعث والجزاء ووجوب الصلاة والزکٰوة وحرمة الخمر ونحوها، سمی ضروریا لأن کل أحد یعلم أن هٰذا الأمر مثلًا من دین النبی صلی الله علیه وسلم ولَا بد فکونها من الدین ضروری وتدخل فی الإیمان۔ (إکفار الملحدین ص:۲، ۳)۔

(۳) وایضًا قلت والضابط فی التکفیر ان من رد ما یعلم ضرورة من الدِّین فهو کافر۔ (اکفار الملحدین ص:۸۸ وایضًا ص:۳، ۲)۔

أيضًا: ثم أثبتنا فی الفصول الآتية إجماع أهل الحل والعقد علٰی أن: تأويل الضروريات وإخراجها عن صورة ما تواتر عليه وكما جاء وكما فهمه وجری عليه أهل التواتر أنه كفر۔ (إكفار الملحدين ص:۷)۔ فمنكر الضروريات الدينية كالأركان الأربعة التی بنی الإسلام عليها: الصلٰوة والزكٰوة والصوم والحج، وحجية القرآن ونحوها كافر آثم۔ (فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ص: ۶۲۱ طبع لكھنؤ)۔

پوسٹ (6)

مسلمان کی تعریف قرآن وسنت کی رُو سے

سوال:۔ قرآن اور حدیث کے حوالہ سے مختصراً بتائیں کہ مسلمان کی تعریف کیا ہے؟ یہ بات پھر عرض کروں گا کہ صرف قرآن شریف اور حدیث شریف کے حوالے سے بتائیں، دوسرا کوئی حوالہ نہ دیں، ورنہ لوگوں کو پھر موقع ملے گا کہ یہ ہمارے فرقے کے بزرگ کا حوالہ نہیں۔

جواب:۔ ایمان نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پورے دین کو بغیر کسی تحریف وتبدیلی کے قبول کرنے کا اور اس کے مقابلہ میں کفر نام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی کسی قطعی ویقینی بات کو نہ ماننے کا۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات میں ''ما انزل الی الرسول'' کے ماننے کو ''ایمان'' اور ''مَا اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ'' میں سے کسی ایک کے نہ ماننے کو ''کفر'' فرمایا گیا ہے۔ اسی طرح احادیث شریفہ میں بھی یہ مضمون کثرت سے آیا ہے، مثلاً: صحیح مسلم (ج:۱ ص:۳۷) کی حدیث میں ہے: ''اور وہ ایمان لائیں مجھ پر اور جو کچھ میں لایا ہوں اس پر (۱)۔'' اس سے مسلمان اور کافر کی تعریف معلوم ہوجاتی ہے۔ یعنی جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی تمام قطعی ویقینی باتوں کو من وعن مانتا ہو وہ مسلمان ہے، اور جو شخص قطعیاتِ دین میں سے کسی ایک کا منکر ہو یا اس کے معنی ومفہوم کو بگاڑتا ہو، وہ مسلمان نہیں، بلکہ کافر ہے۔ (۲)

مثال کے طور پر قرآن مجید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّین فرمایا ہے، (۳) اور بہت سی احادیث شریفہ میں اس کی یہ تفسیر فرمائی گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ (۴) اور ملتِ اسلامیہ کے تمام فرقے (اپنے اختلافات کے باوجود) یہی عقیدہ رکھتے آئے ہیں، لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے اس عقیدے سے انکار کرکے نبوت کا دعویٰ کیا، (۵) اس وجہ سے قادیانی غیر مسلم اور کافر قرار پائے۔

اسی طرح قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانے میں نازل ہونے کی خبر دی گئی ہے، (۶) مرزا قادیانی اور اس کے متبعین اس عقیدے سے منحرف ہیں، اور وہ مرزا کے ''عیسیٰ'' ہونے کے مدعی ہیں، (۷) اس وجہ سے بھی وہ مسلمان نہیں۔ اس طرح قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو قیامت تک مدارِ نجات ٹھہرایا گیا ہے، لیکن مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ: ''میری وحی نے شریعت کی تجدید کی ہے، اس لئے اب میری وحی اور میری تعلیم مدارِ نجات ہے۔'' (اربعین نمبر:۴ ص:۷، حاشیہ) غرض کہ مرزا قادیانی نے بے شمار قطعیاتِ اسلام کا انکار کیا ہے، اس لئے تمام اسلامی فرقے ان کے کفر پر متفق ہیں۔ (۸)

(۱) عن أبی هريرة رضی الله عنه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ''أُمرتُ أن أُقاتل الناس حتّٰی يشهدوا أن لَا اِلٰهَ اِلّا الله ويؤمنوا بی

وبما جئت بہ، فاذا فعلوا ذٰلک عصموا مِنّی دِمائھم وأموالھم اِلّا بحقھا وحسابھم علی اللہ۔" (مسلم ج: ۱ ص:۳۷ طبع قدیمی کراچی)۔

(۲) لَا نزاع فی تکفیر من أنکر ضروریات الدِّین۔ (اکفار الملحدین ص: ۱۲۱ طبع پشاور)۔

(۳) "مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" (الاحزاب: ۴۰)۔

(۴) عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: وأنا خاتم النبیین لَا نبیّ بعدی۔" (ترمذی شریف ج: ۲ ص: ۴۵، کتاب الفتن)۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ختم نبوت کامل، تالیف مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ۔

(۵) ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔۔۔ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ (ملفوظات ج:۱۰ ص:۱۲۷)۔

(۶) "وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ" (النساء: ۱۵۹)۔ ایضًا "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔۔۔ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکمًا عدلًا۔۔۔ الخ۔" (باب نزول عیسیٰ علیہ السلام، مشکوٰۃ ص: ۴۷۹)۔

تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" لِامام العصر العلامۃ محمد أنور شاہ الکشمیری۔

(۷) مرزا "آئینہ کمالاتِ اسلام" میں قسم کھا کر کہتا ہے کہ: "اللہ تعالیٰ نے مجھے مسیح موعود اور مسیح ابن مریم بنادیا تھا۔" (آئینہ کمالات ص:۵۵۱، رُوحانی خزائن ج:۵ ص:۵۵۱)۔

(۸) تفصیل کے لئے فتاویٰ ختمِ نبوّت طبع ملتان ملاحظہ۔

پوسٹ (7)

پورے اسلامی قوانین نہ ماننے والوں کا شرعی حکم

سوال:۔ مولانا صاحب! ایک شخص بظاہر نماز روزے کا پابند ہو اور اُٹھتے بیٹھتے قرآنِ کریم کی آیاتِ مبارکہ کی تلاوت کرتا ہو، ہر وقت اور ہر آن "اسلام، اسلام" پکارتا ہو، لیکن یقین رکھتا ہو کہ اسلام خوبصورت نغمے سننے میں قطعاً مانع نہیں ہے، جس کو یقین ہو اور جس نے برملا کہا بھی ہو کہ: "کون کہتا ہے کہ مجسمہ سازی اسلام کے خلاف ہے" جو نہ صرف حرام کو حلال کہتا ہو بلکہ سودی بینکاری نظام کو اسلامی بینکنگ کے نام سے رائج کرنے اور کروانے والا ہو، جبکہ علمائے دین مارک اَپ سسٹم کو سودی نظام کہتے رہے اور آج بھی کہتے ہیں۔ مولانا صاحب! ایسے شخص یا اشخاص کا تعین کس زُمرے میں ہوگا؟ حرام کام کو حرام جان اور مان کر بکراہت کرنا کسی حد تک سنگین جرم کے زُمرے میں آتا ہے، قابلِ سزا جرم ہے، مگر حرام کو قصداً حلال کہنا بلکہ اسلامی کہنا، کہاں تک لے جاتا ہے؟

میں آپ کی توجہ مئی ۱۹۹۱ء میں ہماری قومی اسمبلی کے منظور شدہ شریعت بل کی شق ۳ کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں، اس میں کہا گیا ہے کہ شریعت یعنی اسلام کے اَحکامات جو قرآن اور سنت میں بیان کئے گئے ہیں، پاکستان کا بالادست قانون (سپریم لاء) ہوں گے، بشرطیکہ سیاسی نظام اور حکومت کی موجودہ شکل متأثر نہ ہو۔ یعنی ملک کے سیاسی نظام اور حکومت کی موجودہ شکل متأثر ہونے کی صورت میں قرآن اور حدیث شریف کو رَدّ کردیا جائے گا، نہیں مانا جائے گا، سیاسی نظام اور حکومتی شکل کے سلسلے میں سپریم لاء آئین ۱۹۷۳ء ہی ہوگا۔ مولانا صاحب! اس بل کا

بنانے والا، اس کے منظور کرنے والے، اس کو ملک میں رائج کروانے والا اور ان تمام حضرات کی معاونت کرنے والے علمائے کرام بلکہ ان کے ساتھ کام کرنے والے علماء کس زُمرے میں آئیں گے؟ بلکہ میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ جس ملک میں کسی ایک بات پر قصداً قرآن اور سنت کو نہ ماننے کا فیصلہ کیا گیا ہو وہ ملک، وہ قوم مسلمان کہلانے کی مستحق ہے یا نہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں گی یا قہر؟

جواب:۔ آپ کے سوال کے سلسلے میں چند اُمورِ لائق ذکر ہیں:

اوّل:۔ نماز روزہ اور تلاوتِ آیات بڑی نیکی کی بات ہے، لیکن یہ تمام اعمال ایمان کی شاخیں ہیں، اگر دِل میں ایمان ہو تو اعمال مقبول ہیں، اور ایمان نہ ہو تو اعمال کی کوئی قیمت نہیں۔(۱)

دوم:۔ ایمان کے صحیح ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز و ناجائز اور حلال و حرام کا جو نظام مقرّر فرمایا ہے، آدمی دِل و جان سے اس نظام کو تسلیم کرتا ہو، اور زبان سے اس کا اقرار کرتا ہو،(۲) اگر کوئی شخص شریعت کے قطعی حلال کو حرام جانے یا شریعت کے قطعی حرام کو حلال سمجھے، شریعت نے جس چیز کو قطعی طور پر گناہ قرار دیا ہے، اس کو جائز سمجھے، تو ایسا شخص اللہ و رسول کی تکذیب کرتا ہے، اس لئے اس کا ایمان صحیح نہیں،(۳) بلکہ وہ قیامت کے دن بے ایمانوں کی صف میں کھڑا ہوگا۔

سوم:۔ راگ اور گانے کو (خصوصاً آلاتِ موسیقی کے ساتھ اور بالخصوص پیشہ ور نامحرم عورتوں کی آواز میں) حرام قرار دیا گیا ہے، اور ایسے راگ گانے کے حرام اور قطعی حرام ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں۔(۴) اس لئے جو شخص اس کو حلال کہتا ہے، وہ سراپا غلط فہمی اور جہلِ مرکب کا شکار ہے۔

چہارم:۔ بت تراشی اور مجسمہ سازی بھی شرعاً حرام ہے،(۵) مسلمان بت تراش اور بت فروش نہیں ہوتا، بلکہ بت شکن ہوتا ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویریں اور مورتیاں بنانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔(۶)

پنجم:۔ اسلام میں سود اور جوئے کا حرام ہونا اتنا واضح ہے کہ ہر مؤمن و کافر اس سے باخبر ہے،(۷) سود کا حرام ہونا نہ صرف قرآنِ کریم میں صراحۃً مذکور ہے، بلکہ سود نہ چھوڑنے والوں کے خلاف قرآنِ کریم نے اللہ و رسول کی جانب سے اعلانِ جنگ کیا ہے(۸)! اس کو جائز کہنے والا قرآنِ کریم کا منکر ہے۔

ششم:۔ بعض لوگوں نے اپنی خواہشات و توہمات اور نفسانی خیالات سے ایک نیا دِین تصنیف کرلیا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دِین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ جن صاحب یا صاحبوں کا آپ نے ذکر کیا ہے کہ وہ راگ گانے کو، مجسمہ سازی اور سود و جوئے کو بھی اسلام کے منافی نہیں سمجھتے، ان کے ذہن میں ان کا اپنا تصنیف کردہ دِین ہے جس کو وہ جہلِ مرکب کی وجہ سے اسلام سمجھتے ہیں۔

ہفتم:۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ''وزیر جتنا بادشاہ سے ڈرتا ہے، اگر اتنا اللہ تعالیٰ سے ڈرتا تو فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے(۹)'' ہمارے اربابِ اقتدار جس قدر امریکا بہادر سے ڈرتے ہیں، اتنا اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے۔ پاکستان کے عوام چونکہ مسلمان ہیں، اس لئے ہمارے حکمران بھی اللہ و رسول کا اور کتاب و سنت کا نام لینے پر مجبور ہیں، لیکن یہ حضرات کتاب و سنت کا نام لینے میں بھی یہ احتیاط ملحوظ رکھتے ہیں کہ امریکا بہادر ناراض نہ ہو، اور دانایانِ مغرب کی طرف سے ان کو ''بنیاد پرستی'' کا طعنہ نہ دیا جائے۔ ''شریعت بل'' میں جو یہ شرط رکھی گئی ہے کہ: ''قرآن و سنت پاکستان کا بالادست قانون ہوگا، بشرطیکہ ملک کا موجودہ سیاسی نظام اور حکومت کی موجودہ شکل متأثر نہ ہو'' یہ بھی ''خدا سے زیادہ امریکا سے ڈرنے'' کا مظہر ہے۔

ہشتم:۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ بغیر شرط اور بغیر اِستثناء کے اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اَحکام کو دِل وجان سے تسلیم کرے۔ یہ کہنا کہ: ''میں قرآن وسنت کو بالا دست قانون مانتا ہوں، بشرطیکہ میری فلاں دُنیوی غرض متأثر نہ ہو'' ایمان نہیں، بلکہ کٹر نفاق ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونے سے صریح انکار و اِنحراف ہے، غور فرمایئے کہ کیا حکومت کے کسی ملازم کو یہ حق ہے کہ حکومت کا قانون تسلیم کرنے میں اِستثنائی شرطیں لگائے؟ اور کیا ایسی شرطیں لگانے والے کو حکومت ملازم رکھ لے گی؟ اگر نہیں! تو خود سوچئے کہ بندے کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اور ایک اُمتی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں کیا اختیار باقی رہ جاتا ہے؟ اور ایسا شخص یا ایسے اَشخاص مسلمان کہلانے کا کیا حق رکھتے ہیں۔۔۔!

نہم:۔ ہم سب گناہگار ہیں، اللہ تعالیٰ کے سینکڑوں اَحکام کی روزانہ مخالفت کرتے ہیں۔ تاہم حکمِ اِلٰہی کی خلاف ورزی اور حکمِ اِلٰہی سے بغاوت کے درمیان بڑا فرق ہے، خلاف ورزی یہ ہے کہ: آدمی حکمِ اِلٰہی کو مانتا ہو اور اپنی غلطی وکوتاہی اور نفس وشیطان کے بہکانے سے حکمِ اِلٰہی کی تعمیل میں تقصیر کرے، ایسا شخص گناہگار ضرور ہے، مگر مسلمان ہے۔ اور بغاوت یہ ہے کہ: آدمی حکمِ اِلٰہی کو ماننے کے لئے ہی تیار نہ ہو، یا کسی حکمِ اِلٰہی کو ماننے سے انکار کردے، ایسا شخص (خواہ کتنا ہی عبادت گزار ہو) مسلمان نہیں، (۱۰) بلکہ شیطان کا چھوٹا بھائی ہے، کیونکہ شیطان بھی بڑا عبادت گزار تھا، اس نے ایک طویل عرصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کے ایک حکم کو خلافِ حکمت ومصلحت سمجھ کر اس کے ماننے سے انکار کردیا، جس کے نتیجے میں وہ ہمیشہ کے لئے مردود اور راندۂ درگاہ ہوگیا، اور قرآنِ کریم نے اس پر کفر کا فتویٰ دیا (وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ)۔ (۱۱) پس جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی ایک حکم کو خلافِ حکمت قرار دیتا ہے اور اس کے قبول کرنے سے انکار کرتا ہے، وہ شیطان کا چھوٹا بھائی اور ''كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ'' کا مصداق ہے۔

دہم:۔ جس ملک کے عوام اور حکمران ایسے نام نہاد مسلمان ہوں، اس ملک پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں کیا نازل ہوں گی؟ غضب اور قہر ہی نازل ہوگا! یہی وجہ ہے کہ ہر طرف سے جوتے کھا رہے ہیں، مگر دِلوں پر ایسی مہر لگی ہے کہ پھر بھی عبرت نہیں پکڑتے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِیمانِ صحیح نصیب فرمائیں اور اعمالِ صالحہ کی توفیق سے سرفراز فرمائیں۔

(۱) ''وَمَنْ عَمِلَ صٰلِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ'' (المؤمن:۴۰)۔

(۲) الإيمان هو تصديق النبى صلى الله عليه وسلم بالقلب فى جميع ما علم بالضرورة مجيئه به من عند الله --- الخ۔ (شرح فقه اكبر ص:۱۰۴)۔ الإيمان فى الشرع هو التصديق بما جاء به من عند الله تعالىٰ أى تصديق النبى عليه السلام بالقلب فى جميع ما علم بالضرورة مجيئه من عند الله تعالىٰ۔ (شرح عقائد ص:۱۱۹)۔

(۳) تنبيه: فى البحر والأصل ان من اعتقد الحرام حلالًا فان كان حرامًا لغيره كمال الغير لَا يكفر، وان كان لعينه فان كان دليله قطعيًّا كفر۔ (فتاویٰ شامی ج:۴ ص:۲۲۳، باب المرتد، مطلب فى منكر الإجماع)۔

(۴) وفى البزازية: استماع صوت الملاهى كضرب قصب ونحوه حرام لقوله عليه السلام استماع الملاهى معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر۔ (فتاویٰ شامی ج:۶ ص:۳۴۹ طبع ایچ ایم سعید)۔

(۵) وظاهر كلام النووى فى شرح مسلم الإجماع على تحريم تصويره صورة الحيوان فانه قال قال أصحابنا وغيرهم من العلماء تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم وهو من الكبائر لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور فى الأحاديث يعنى مثل ما

في الصحيحين عنه صلى الله عليه وسلم أشد الناس عذابًا يوم القيامة المصورون يقال لهم احيوا ما خلقتم ثم قال وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره فصنعته حرام علٰى كل حال، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالٰى ۔۔۔الخ۔ (البحر الرائق ج:۲ ص:۲۹ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، طبع دار المعرفة بيروت، شامی ج:۱ ص:۶۴۷ مطلب إذا تردد الحكم بين السُّنّة والبدعة)۔

(۶) "ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والاٰخرة وأعد لهم عذابًا مهينًا" (الأحزاب:۵۷)۔ وقال عكرمة: معناه بالتصوير والتعرّض لفعل ما لَا يفعله إلّا الله ينحت الصور وغيرها وقد قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "لعن الله المصوّرين" (قرطبی ج:۱۴ ص:۲۳۸) وأيضًا: عن عون بن أبي جحيفة عن أبيه أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن ثمن الدم وثمن الكلب وكسب البغيّ ولعن اٰكل الرّبٰى وموكله والواشمة والمستوشمة والمصوّر۔ (بخاری ج:۲ ص:۸۸۱ باب من لعن المصور)۔

(۷) "يـٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" (المائدة:۹۰)۔

(۸) "يـٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ" (البقرة:۲۷۸، ۲۷۹)۔

(۹) گر روز یراز خدا بترسیدے ہمچناں کز ملکِ ملک بودے (گلستان سعدی ص:۵۸، حکایت:۳۰ طبع قدیمی)۔

(۱۰) وكل من يكفر بما بلغه وصح عنده عن النبي صلى الله عليه وسلم أو جمع عليه المؤمنون مما جاء به النبي صلى الله عليه وسلم فهو كافر كما قال الله تعالٰى: "وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ"۔ (المحلّٰى لِابن حزم ج:۱ ص:۱۲، رقم المسئلة:۲۰، الأشياء الموجبة غسل الجسد كله)۔

(۱۱) قال تعالٰى: "وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ" (البقرة:۳۴)۔

پوسٹ (8)

شریعت کسے کہتے ہیں؟

سوال:۔ شریعتِ مطہرہ سے کیا مطلب ہے؟ کیا یہ کوئی کتاب ہے؟ اگر ہے تو کس کی تصنیف ہے؟

جواب:۔ اللہ تعالیٰ نے جو اَحکام بندوں کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے نازل فرمائے، ان کو "شریعت" کہا جاتا ہے۔(۱)

(۱) الشرع والشريعة: ما أظهره الله لعباده من الدِّين، وحاصله: الطريقة المعهودة الثابتة من النبي صلى الله عليه وسلم، فهو الشارع عليه الصلٰوة والسلام من الله تعالٰى، والله تعالٰى: هو الذي شرع لنا من الدِّين۔ (التعريفات الفقهية من رسائل قواعد الفقه لمفتي محمد عميم الإحسان، ص:۳۳۶ طبع صدف پبلشرز کراچی)۔

پوسٹ (9)

اسلام کے بنیادی عقائد

سوال:۔ مذہبِ اسلام کے بنیادی عقائد کیا ہیں؟ قرآن وحدیث اور اَقوالِ فقہاء کے حوالہ جات متعلقہ تحریر فرمائیں؟

جواب:۔ اسلام اور کفر کے درمیان خطِ اِمتیاز کیا ہے؟ اور وہ کون سے اُمور ہیں جن کا ماننا شرطِ اسلام ہے؟ اس کے لئے چند نکات ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

۱:۔ یہ بات تو ہر عام وخاص جانتا ہے، بلکہ غیر مسلموں تک کو معلوم ہے کہ: ''مسلمان ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق تسلیم کرتے ہوئے آپ کے لائے ہوئے دِین کو قبول کرنے کا عہد کریں، گویا یہ طے شدہ امر ہے (جس میں کسی کا اِختلاف نہیں) کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پورے دِین کو من وعن تسلیم کرنا اِسلام ہے اور دِینِ محمدی کی کسی بات کو قبول نہ کرنا کفر ہے، کیونکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے۔''

۲:۔ اب صرف یہ بات تنقیح طلب باقی رہ جاتی ہے کہ وہ کون سی چیزیں ہیں جن کے بارے میں ہم قطعی دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ دِینِ محمدی میں داخل ہیں، اور واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ان کی تعلیم فرمائی ہے؟

اس سلسلے میں گزارش ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو دِین ہم تک پہنچا ہے، اس کا ایک حصہ ان حقائق پر مشتمل ہے، جو ہمیں ایسے قطعی ویقینی اور غیر مشکوک تواتر کے ذریعے سے پہنچا ہے کہ ان کے ثبوت میں کسی قسم کے ادنیٰ اِشتباہ کی گنجائش نہیں۔ مثلاً جس درجے کے تواتر اور تسلسل سے ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیٔ برحق کی حیثیت سے لوگوں کو ایک دِین کی دعوت دی تھی، ٹھیک اسی درجے کے تواتر وتسلسل سے ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت میں لوگوں کو ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ'' کی طرف بلایا، یعنی توحید کی دعوت دی، شرک وبت پرستی سے منع فرمایا، قرآنِ کریم کو کلامِ اِلٰہی کی حیثیت سے پیش کیا، قیامت کے حساب وکتاب، جزاوسزا اور جنت ودوزخ کو ذِکر فرمایا، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کی تعلیم دی، اس قسم کے وہ تمام حقائق جو ایسے قطعی ویقینی تواتر کے ذریعے ہمیں پہنچے ہیں، جن کو ہر دور میں مسلمان بالاتفاق مانتے چلے آئے ہیں، اور جن کا علم صرف خواص تک محدود نہیں رہا، بلکہ خواص کے حلقے سے نکل کر عوام تک میں مشہور ہوگیا۔ قرآنِ کریم میں بہت سی جگہ اس مضمون کو ذِکر کیا گیا ہے، ایک جگہ اِرشاد ہے:

﴿ ءَامَنَ ٱلرَّسُولُ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡهِ مِن رَّبِّهِۦ وَٱلۡمُؤۡمِنُونَۚ كُلٌّ ءَامَنَ بِٱللَّهِ وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ أَحَدٖ مِّن رُّسُلِهِۦۚ وَقَالُواْ سَمِعۡنَا وَأَطَعۡنَاۖ غُفۡرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيۡكَ ٱلۡمَصِيرُ ﴾

(البقرة ۲۸۵)

ترجمہ:۔ ''اِعتقاد رکھتے ہیں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس چیز کا جو اُن کے پاس اُن کے رَبّ کی طرف سے نازل کی گئی ہے، اور مؤمنین بھی، سب کے سب عقیدہ رکھتے ہیں اللہ کے ساتھ، اور اس کے فرشتوں کے ساتھ، اور اس کی کتابوں کے ساتھ، اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ، ہم اس کے سب پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے، اور ان سب نے یوں کہا: ہم نے (آپ کا اِرشاد) سنا اور خوشی سے مانا، ہم آپ کی بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! اور آپ ہی کی طرف ہم سب کو لوٹنا ہے۔''

(ترجمہ: حضرت تھانویؒ)

دُوسری جگہ اِرشاد ہے:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ لَا يَجِدُواْ فِيٓ أَنفُسِهِمۡ حَرَجٗا مِّمَّا قَضَيۡتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسۡلِيمٗا ۝٦٥ ﴾ (النساء ۶۵)

ترجمہ:۔ ''پھر قسم ہے آپ کے رَبّ کی! یہ لوگ اِیمان دار نہ ہوں گے، جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو، اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کراویں، پھر اس آپ کے تصفیے سے اپنے دِلوں میں تنگی نہ پاویں، اور پورا پورا تسلیم کرلیں۔''

تیسری جگہ اِرشاد ہے:

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَمْرًا أَن يَكُونَ لَهُمُ ٱلْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ۗ وَمَن يَعْصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَـٰلًا مُّبِينًا ﴿٣٦﴾ ﴾ (الأحزاب ﴿٣٦﴾)

ترجمہ:۔ ''اور کسی اِیمان دار مرد اور کسی اِیمان دار عورت کو گنجائش نہیں ہے جبکہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا حکم دے دیں کہ پھر (ان مؤمنین) کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار (باقی) رہے، اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔''

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ۔''

(مشکوٰۃ ص:۳۰)

ترجمہ:۔ ''تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش میرے لائے ہوئے دِین کے تابع نہ ہوجائے۔''

انہیں خالص علمی اِصطلاح میں ''ضروریاتِ دِین'' کہا جاتا ہے، یعنی یہ ایسے اُمور ہیں کہ ان کا دِینِ محمدی میں داخل ہونا سو فیصد قطعی و یقینی اور ایسا بدیہی ہے کہ ان میں کسی ادنیٰ سے ادنیٰ شک و شبہ اور تردّد کی گنجائش نہیں، کیونکہ خبرِ متواتر سے بھی اسی طرح کا یقین حاصل ہوتا ہے جس طرح کہ خود اپنے ذاتی تجربے اور مشاہدے سے کسی چیز کا علمِ یقین حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً بے شمار لوگ ایسے ہیں جنھوں نے مکہ، مدینہ یا کراچی اور لاہور نہیں دیکھا، لیکن انہیں بھی ان شہروں کے وجود کا اسی طرح یقین ہے جس طرح کا یقین خود دیکھنے والوں کو ہے۔

دِینِ محمدی کی پوری عمارت اسی تواتر کی بنیاد پر قائم ہے، جو شخص دِین کے متواترات کا اِنکار کرتا ہے، وہ دِین کی پوری عمارت ہی کو منہدم کردینا چاہتا ہے، کیونکہ اگر تواتر کو حجتِ قطعیہ تسلیم نہ کیا جائے تو دِین کی کوئی چیز بھی ثابت نہیں ہوسکتی، تمام فقہاء، متکلمین اور علمائے اُصول اس پر متفق ہیں کہ تواتر حجتِ قطعیہ ہے، اور متواتراتِ دینیہ کا منکر کافر ہے، (کتبِ اُصول میں تواتر کی بحث ملاحظہ کی جائے)۔ مناسب ہوگا کہ تواتر کے قطعی حجت ہونے پر ہم مرزا غلام احمد قادیانی کی شہادت پیش کردیں، اپنی کتاب ''شہادۃ القرآن'' میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''دُوسرا حصہ جو تعامل کے سلسلے میں آگیا اور کروڑہا مخلوقات اِبتدا سے اس پر اپنے عملی طریق سے محافظ اور قائم چلی آئی ہے اس کو ظنی اور شکی کیونکر کہا جائے، ایک دُنیا کا مسلسل تعامل جو بیٹوں سے باپوں تک اور باپوں سے دادوں تک اور دادوں سے پردادوں تک بدیہی طور پر مشہور ہوگیا اور اپنے اصل مبدا تک اس کے آثار اور اَنوار نظر آگئے، اس میں تو ایک ذرّہ شک کی گنجائش نہیں رہ سکتی، اور بغیر اس کے اِنسان کو کچھ بن نہیں پڑتا کہ ایسے مسلسل عمل درآمد کو اوّل درجہ کے یقینیات میں سے یقین کرے، پھر جبکہ ائمۂ حدیث نے اس سلسلے میں تعامل کے ساتھ ایک اور سلسلہ قائم کیا اور اُمورِ تعاملی کا اسناد راست گو اور متدین راویوں کے ذریعے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا، تو پھر بھی اس پر جرح کرنا، درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے جن کو بصیرتِ اِیمانی اور عقلِ انسانی کا کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔'' (شہادۃ القرآن ص:۸، رُوحانی خزائن ج:۶ ص:۳۰۴)

اور ''اِزالہ اوہام'' میں لکھتے ہیں:

”تواتر ایک ایسی چیز ہے کہ اگر غیر قوموں کی تواریخ کی رُو سے بھی پایا جائے تو تب بھی ہمیں قبول کرنا ہی پڑتا ہے۔“ (اِزالہ اوہام ص:۵۵۶، رُوحانی خزائن ج:۳ ص:۳۹۹)

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ تین قسم کے اُمور ”ضروریاتِ دِین“ میں شامل ہیں:

۱:۔ جو قرآنِ کریم میں منصوص ہوں۔

۲:۔ جو اَحادیثِ متواترہ سے ثابت ہوں (خواہ تواترلفظی ہو یا معنوی)۔

۳:۔ جو صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک اُمت کے اِجماع اور مسلسل تعامل و توارث سے ثابت ہوں۔

الغرض ”ضروریاتِ دِین“ ایسے بنیادی اُمور ہیں، جن کا تسلیم کرنا شرطِ اسلام ہے، اور ان میں سے کسی ایک کا اِنکار کرنا کفر و تکذیب ہے۔ خواہ کوئی دانستہ اِنکار کرے یا نادانستہ، اور خواہ واقف ہو کہ یہ مسئلہ ضروریاتِ دِین میں سے ہے، یا واقف نہ ہو، بہرصورت کافر ہوگا۔ ”شرح عقائد نسفی“ میں ہے:

”اَلْإِیْمَانُ فِي الشَّرْعِ هُوَ التَّصْدِیْقُ بِمَا جَاءَ بِهٖ مِنْ عِنْدِ اللهِ تَعَالٰی، أَيْ تَصْدِیْقُ النَّبِيِّ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِالْقَلْبِ فِيْ جَمِیْعِ مَا عُلِمَ بِالضَّرُوْرَةِ مَجِیْئُهٗ بِهٖ مِنْ عِنْدِ اللهِ تَعَالٰی۔“

(شرح عقائد ص:۱۱۹)

ترجمہ:۔ ”شریعت میں اِیمان کے معنی ہیں ان تمام اُمور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے، یعنی ان تمام اُمور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دِل و جان سے تصدیق کرنا جن کے بارے میں بداہۃً معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے۔“

اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ جو شخص ”ضروریاتِ دِین“ کا منکر ہو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اِیمان نہیں رکھتا۔ علامہ شامیؒ ”ردّالمحتار شرح درمختار“ میں لکھتے ہیں:

”لَا خِلَافَ فِيْ کُفْرِ الْمُخَالِفِ فِيْ ضَرُوْرِیَّاتِ الْإِسْلَامِ، وَإِنْ کَانَ مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ الْمُوَاظِبِ طُوْلَ عُمْرِهٖ عَلَی الطَّاعَاتِ، کَمَا فِيْ شَرْحِ التَّحْرِیْرِ۔“

(ردّالمحتار من الإمامة ج:۱ ص:۳۷۷)

ترجمہ:۔ ”جو شخص ”ضروریاتِ دِین“ میں مسلمانوں کا مخالف ہو، اس کے کافر ہونے میں کوئی اِختلاف نہیں، اگرچہ وہ اہلِ قبلہ ہو اور مدۃ العمر طاعات اور عبادات کی پابندی کرنے والا ہو، جیسا کہ شرح تحریر میں اس کی تصریح ہے۔“

حافظ ابنِ حزم ظاہریؒ لکھتے ہیں:

”وَصَحَّ الْإِجْمَاعُ عَلٰی أَنَّ کُلَّ مَنْ جَحَدَ شَیْئًا صَحَّ عِنْدَنَا بِالْإِجْمَاعِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَتٰی بِهٖ فَقَدْ کَفَرَ، وَصَحَّ بِالنَّصِّ أَنَّ کُلَّ مَنِ اسْتَهْزَأَ بِاللهِ تَعَالٰی، أَوْ بِمَلَكٍ مِنَ الْمَلَائِکَةِ، أَوْ بِنَبِيٍّ مِنَ الْأَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ، أَوْ بِاٰیَةٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ، أَوْ بِفَرِیْضَةٍ مِنْ فَرَائِضِ الدِّیْنِ، فَهِيَ کُلُّهَا اٰیَاتُ اللهِ تَعَالٰی، بَعْدَ بُلُوْغِ الْحُجَّةِ إِلَیْهِ فَهُوَ کَافِرٌ، وَمَنْ قَالَ بِنَبِيٍّ بَعْدَ النَّبِيِّ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ، أَوْ جَحَدَ شَیْئًا صَحَّ عِنْدَهٗ بِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَهٗ، فَهُوَ کَافِرٌ۔“

(کتاب الفصل لابن حزم ج:۳ ص:۲۵۵، ۲۵۶)

ترجمہ:۔''اور اس بات پر صحیح اِجماع ثابت ہے کہ جو شخص کسی ایسی بات کا اِنکار کرے جس کے بارے میں اِجماع سے ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لائے تھے، تو ایسا شخص بلاشبہ کافر ہے، اور یہ بات بھی نص سے ثابت ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا، کسی فرشتے کا، کسی نبی کا، قرآنِ کریم کی کسی آیت کا، یا دِین کے فرائض میں سے کسی فریضے کا مذاق اُڑائے (واضح رہے کہ تمام فرائض آیات اللہ ہیں) حالانکہ اس کے پاس حجت پہنچ گئی ہو، ایسا شخص کافر ہے، اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا قائل ہو، یا کسی ایسی چیز کا اِنکار کرے کہ اس کے نزدیک ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہے، تو وہ بھی کافر ہے۔''

اور قاضی عیاض مالکیؒ ''الشفاء'' میں لکھتے ہیں:

''وَ کَذٰلِکَ وَقَعَ الْاِجْمَاعُ عَلٰی تَکْفِیْرِ کُلِّ مَنْ دَافَعَ نَصَّ الْکِتَابِ اَوْ خَصَّ حَدِیْثًا مُجْمَعًا عَلٰی نَقْلِہٖ مَقْطُوْعًا بِہٖ مُجْمَعًا عَلٰی حَمْلِہٖ عَلٰی ظَاھِرِہٖ۔''(ج:۲ ص:۲۴۷)

ترجمہ:۔''اسی طرح اس شخص کی تکفیر پر بھی اِجماع ہے جو کتابُ اللہ کی نص کا مقابلہ کرے، یا کسی ایسی حدیث میں تخصیص کرے، جس کی نقل پر اِجماع ہو، اور اس پر بھی اِجماع ہو کہ وہ اپنے ظاہر پر محمول ہے۔''

آگے لکھتے ہیں:

''وَ کَذٰلِکَ نَقْطَعُ بِتَکْفِیْرِ کُلِّ مَنْ کَذَّبَ وَ اَنْکَرَ قَاعِدَۃً مِنْ قَوَاعِدِ الشَّرْعِ، وَمَا عُرِفَ یَقِیْنًا بِالنَّقْلِ الْمُتَوَاتِرِ مِنْ فِعْلِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَوَقَعَ الْاِجْمَاعُ الْمُتَّصِلُ عَلَیْہِ۔۔۔۔الخ۔''(ج:۲ ص:۲۴۸)

ترجمہ:۔''اسی طرح ہم اس شخص کو بھی قطعی کافر قرار دیتے ہیں جو شریعت کے قاعدوں میں سے کسی قاعدے کا اِنکار کرے، اور ایسی چیز کا اِنکار کرے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقلِ متواتر کے ساتھ منقول ہو اور اس پر مسلسل اِجماع چلا آتا ہو۔''

علمائے اُمت کی اس قسم کی تصریحات بے شمار ہیں، نمونے کے طور پر چند حوالے درج کردیئے گئے ہیں۔ آخر میں مرزا غلام احمد قادیانی کی دو عبارتیں بھی ملاحظہ فرمائیے، ''انجامِ آتھم'' ص:۱۴۴ میں لکھتے ہیں:

''وَمَنْ زَادَ عَلٰی ھٰذِہِ الشَّرِیْعَۃِ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ اَوْ نَقَصَ مِنْھَا اَوْ کَفَرَ بِعَقِیْدَۃٍ اِجْمَاعِیَّۃٍ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللہِ وَالْمَلَائِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔''(رُوحانی خزائن ج:۱۱ ص:۱۴۴)

ترجمہ:۔''جو شخص اس شریعت میں ایک ذرّے کی کمی بیشی کرے، یا کسی اِجماعی عقیدے کا اِنکار کرے، اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی، اور تمام اِنسانوں کی لعنت۔''

اور ''ایام الصلح'' میں لکھتے ہیں:

''وہ تمام اُمور جن پر سلف صالحین کو اِعتقادی اور عملی طور پر اِجماع تھا، اور وہ اُمور جو اہلِ سنت کی اِجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں، ان سب کا ماننا فرض ہے۔''(ص:۸۷، رُوحانی خزائن ج:۱۴ ص:۳۲۳)

خلاصہ یہ ہے کہ ''ضروریاتِ دِین'' کا اقرار و اِنکار اِسلام اور کفر کے درمیان حدِ فاصل ہے، جو شخص ''ضروریاتِ دِین'' کو من وعن، بغیر تاویل کے قبول کرتا ہے، وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہے، اور جو شخص ''ضروریاتِ دِین'' کا اِنکار کرتا ہے، یا ان میں ایسی تاویل کرتا ہے کہ جس سے ان کا متواتر مفہوم بدل جائے، وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اور جو مسائل ایسے ہوں کہ ہیں تو قطعی و اِجماعی، مگر ان کی شہرت عوام تک نہیں پہنچی،

صرف اہلِ علم تک محدود ہے، ان کو ''قطعیات'' تو کہا جائے گا، مگر ''ضروریات'' نہیں کہا جاتا۔ ان کا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان کا اِنکار کرے تو پہلے اس کو تبلیغ کی جائے، اور ان کا قطعی اور اِجماعی ہونا اس کو بتایا جائے، اس کے بعد بھی اگر اِنکار پر اِصرار کرے تو خارج اَز اِسلام ہوگا۔

''مسامرہ'' میں ہے:

''وَاَمَّا مَا ثَبَتَ قَطْعًا وَلَمْ یَبْلُغْ حَدَّ الضَّرُوْرَۃِ کَاسْتِحْقَاقِ بِنْتِ الْاِبْنِ السُّدُسَ مَعَ الْبِنْتِ الصُّلْبِیَّۃِ بِاِجْمَاعِ الْمُسْلِمِیْنَ فَظَاھِرُ کَلَامِ الْحَنَفِیَّۃِ الْاِکْفَارُ بِجَحْدِہٖ، لِاَنَّھُمْ لَمْ یَشْتَرِطُوْا فِی الْاِکْفَارِ سِوَی الْقَطْعِ فِی الثُّبُوْتِ (اِلٰی قَوْلِہٖ) وَیَجِبُ حَمْلُہٗ عَلٰی مَا اِذَا عَلِمَ الْمُنْکِرُ ثُبُوْتَہٗ قَطْعًا۔'' (مسامرہ ص:۳۳۲)

ترجمہ:۔ ''اور جو حکم قطعی الثبوت تو ہو مگر ضرورت کی حد کو پہنچا ہو، جیسے (میراث میں) اگر پوتی اور حقیقی بیٹی جمع ہوں تو پوتی کو چھٹا حصہ ملنے کا حکم اِجماعِ اُمت سے ثابت ہے۔ سو ظاہر کلام حنفیہ کا یہ ہے کہ اس کے اِنکار کی وجہ سے کفر کا حکم لیا جاوے گا، کیونکہ انہوں نے قطعی الثبوت ہونے کے سوا اور کوئی شرط نہیں لگائی (الیٰ قولہ) مگر واجب ہے کہ حنفیہ کے اس کلام کو اس صورت پر محمول کیا جاوے کہ منکر کو اس کا علم ہو کہ یہ حکم قطعی الثبوت ہے۔''

۳:۔ ''ضروریاتِ دِین'' کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ صرف ان کے الفاظ کو مان لیا جائے، بلکہ ان کے اس معنی و مفہوم کو ماننا بھی ضروری ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک تواتر و تسلسل کے ساتھ مُسلَّم چلے آتے ہیں۔ فرض کیجئے! ایک شخص کہتا ہے کہ: ''میں قرآنِ کریم پر اِیمان رکھتا ہوں''، لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ:

''قرآنِ کریم کے بارے میں میرا یہ عقیدہ نہیں کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا، جیسا کہ مسلمان سمجھتے ہیں، بلکہ میں قرآن مجید کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تصنیف کردہ کتاب سمجھتا ہوں۔''

کیا کوئی شخص تسلیم کرے گا کہ ایسا شخص قرآن پر اِیمان رکھتا ہے؟ یا فرض کیجئے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ: ''میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اِیمان رکھتا ہوں، لیکن ''محمد رسول اللہ'' سے مراد وہ شخصیت نہیں جس کو مسلمان مانتے ہیں، بلکہ ''محمد رسول اللہ'' سے خود میری ذات شریف مراد ہے۔'' کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' پر اِیمان رکھتا ہے؟ یا فرض کیجئے کہ ایک شخص تسلیم کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تواتر کے ساتھ آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی خبر دی تھی، لیکن ساتھ ہی کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے خود اس کی ذات مراد ہے، کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر اِیمان رکھتا ہے؟

الغرض ''ضروریاتِ دِین'' میں اِجماعی اور متواتر مفہوم کے خلاف کوئی تأویل کرنا بھی درحقیقت ''ضروریاتِ دِین'' کا اِنکار ہے، اور ضروریاتِ دِین میں ایسی تأویل کرنا اِلحاد و زندقہ کہلاتا ہے، قرآنِ کریم میں ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يُلۡحِدُونَ فِيٓ ءَايَٰتِنَا لَا يَخۡفَوۡنَ عَلَيۡنَآۗ أَفَمَن يُلۡقَىٰ فِي ٱلنَّارِ خَيۡرٌ أَم مَّن يَأۡتِيٓ ءَامِنٗا يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِۚ ٱعۡمَلُواْ مَا شِئۡتُمۡ إِنَّهُۥ بِمَا تَعۡمَلُونَ بَصِيرٌ ۝٤٠ ﴾ (حم السجدہ ۝٤٠)

ترجمہ:۔ ''جو لوگ ٹیڑھے چلتے ہیں ہماری باتوں میں، وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں، بھلا ایک جو پڑتا ہے آگ میں، وہ بہتر ہے یا جو آئے گا امن سے، دن قیامت کے، کئے جاؤ جو چاہو، بے شک جو تم کرتے ہو، وہ دیکھتا ہے۔''

جو لوگ ضروریاتِ دِین میں تأویلیں کرکے انہیں اپنے عقائد پر چسپاں کرتے ہیں، انہیں ''ملحد و زِندیق'' کہا جاتا ہے، اور ایسے لوگ نہ صرف

کافر و مرتد ہیں، بلکہ اس سے بھی بدتر، کیونکہ کافر و مرتد کی توبہ قبول کی جاتی ہے، لیکن زِندیق کی توبہ بھی قبول نہیں کی جاتی۔ راقم الحروف نے اپنے رسالے ''قادیانی جنازہ'' میں زِندیق کے بارے میں ایک نوٹ لکھا تھا، جسے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

اوّل:۔ جو شخص کفر کا عقیدہ رکھتے ہوئے اپنے آپ کو اِسلام کی طرف منسوب کرتا ہو، اور نصوصِ شرعیہ کی غلط سلط تأویلیں کرکے اپنے عقائدِ کفریہ کو اِسلام کے نام سے پیش کرتا ہو، اسے ''زِندیق'' کہا جاتا ہے، علامہ شامیؒ باب المرتد میں لکھتے ہیں:

''فَإِنَّ الزِّنْدِيْقَ يُمَوِّهُ كُفْرَهُ وَيُرَوِّجُ عَقِيْدَتَهُ الْفَاسِدَةَ وَيُخْرِجُهَا فِي الصُّوْرَةِ الصَّحِيْحَةِ هٰذَا مَعْنٰى إِبْطَانِ الْكُفْرِ۔'' (الشامی ج:۴ ص:۲۴۲ الطبع الجدید)

ترجمہ:۔ ''کیونکہ زِندیق اپنے کفر پر ملمع کیا کرتا ہے اور اپنے عقیدۂ فاسدہ کو رواج دینا چاہتا ہے اور اسے بظاہر صحیح صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے اور یہی معنی ہیں کفر کو چھپانے کے۔''

اور امام الہند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مسویٰ شرح عربی مؤطا میں لکھتے ہیں:

''بَيَانُ ذٰلِكَ اَنَّ الْمُخَالِفَ لِلدِّيْنِ الْحَقِّ اِنْ لَمْ يَعْتَرِفْ بِهٖ وَلَمْ يُذْعِنْ لَهٗ لَا ظَاهِرًا وَلَا بَاطِنًا فَهُوَ كَافِرٌ، وَاِنِ اعْتَرَفَ بِلِسَانِهٖ وَقَلْبِهٖ عَلَى الْكُفْرِ فَهُوَ الْمُنَافِقُ، وَاِنِ اعْتَرَفَ بِهٖ ظَاهِرًا، لٰكِنَّهٗ يُفَسِّرُ بَعْضَ مَاثَبَتَ مِنَ الدِّيْنِ ضَرُوْرَةً بِخِلَافِ مَا فَسَّرَهُ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَالتَّابِعُوْنَ وَاجْتَمَعَتْ عَلَيْهِ الْاُمَّةُ فَهُوَ الزِّنْدِيْقُ۔''

ترجمہ:۔ ''شرح اس کی یہ ہے کہ جو شخص دینِ حق کا مخالف ہے، اگر وہ دینِ اسلام کا اِقرار ہی نہ کرتا ہو اور نہ دینِ اسلام کو مانتا ہو، نہ ظاہری طور پر اور نہ باطنی طور پر، تو وہ ''کافر'' کہلاتا ہے، اور اگر زبان سے دِین کا اِقرار کرتا ہو لیکن دِین کے بعض قطعیات کی ایسی تأویل کرتا ہو جو صحابہؓ و تابعینؒ اور اِجماعِ اُمت کے خلاف ہو، تو ایسا شخص ''زِندیق'' کہلاتا ہے۔''

آگے تأویلِ صحیح اور تأویلِ باطل کا فرق کرتے ہوئے شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ثُمَّ التَّأْوِيْلُ، تَأْوِيْلَانِ، تَأْوِيْلٌ لَا يُخَالِفُ قَاطِعًا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاتِّفَاقِ الْاُمَّةِ، وَتَأْوِيْلٌ يُصَادِمُ مَاثَبَتَ بِقَاطِعٍ فَذٰلِكَ الزَّنْدَقَةُ۔''

ترجمہ:۔ ''پھر تأویل کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ تأویل جو کتاب وسنت اور اِجماعِ اُمت سے ثابت شدہ کسی قطعی مسئلے کے خلاف نہ ہو، اور دُوسری وہ تأویل جو ایسے مسئلے کے خلاف ہو جو دلیلِ قطعی سے ثابت ہے پس ایسی تأویل ''زَندقہ'' ہے۔''

آگے زِندیقانہ تأویلوں کی مثالیں بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اَوْ قَالَ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَلٰكِنْ مَعْنٰى هٰذَا الْكَلَامِ اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ اَنْ يُسَمّٰى بَعْدَهٗ اَحَدٌ بِالنَّبِيِّ، وَاَمَّا مَعْنَى النُّبُوَّةِ وَهُوَ كَوْنُ الْاِنْسَانِ مَبْعُوْثًا مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى اِلَى الْخَلْقِ مُفْتَرَضَ الطَّاعَةِ مَعْصُوْمًا مِنَ الذُّنُوْبِ وَمِنَ الْبَقَاءِ عَلَى الْخَطَأِ فِيْمَا يَرٰى فَهُوَ مَوْجُوْدٌ فِي الْاُمَّةِ بَعْدَهٗ فَهُوَ الزِّنْدِيْقُ۔''

(مسوی ج:۲ ص:۱۳۰ مطبوعہ رحیمیہ دھلی)

ترجمہ:۔ ''یا کوئی شخص یوں کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ خاتم النبیین ہیں، لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کا نام نبی نہیں رکھا جائے گا۔ لیکن نبوّت کا مفہوم یعنی کسی انسان کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کی طرف مبعوث ہونا، اس کی اطاعت کا فرض ہونا، اور

اس کا گناہوں سے اور خطا پر قائم رہنے سے معصوم ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اُمت میں موجود ہے، تو یہ شخص ''زِندیق'' ہے۔''
خلاصہ یہ کہ جو شخص اپنے کفریہ عقائد کو اِسلام کے رنگ میں پیش کرتا ہو، اِسلام کے قطعی و متواتر عقائد کے خلاف قرآن و سنت کی تاویلیں کرتا ہو، ایسا شخص ''زِندیق'' کہلاتا ہے۔

دوم:۔ یہ کہ زِندیق، مرتد کے حکم میں ہے، بلکہ ایک اعتبار سے زِندیق، مرتد سے بھی بدتر ہے، کیونکہ اگر مرتد توبہ کرکے دوبارہ اسلام میں داخل ہوتو اس کی توبہ بالاتفاق لائقِ قبول ہے، لیکن زندیق کی توبہ کے قبول ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف ہے، چنانچہ درمختار میں ہے:

''وَ كَذٰلِكَ الْكَافِرُ بِسَبَبِ (الزَّنْدَقَةِ) لَا تَوْبَةَ لَهُ، وَ جَعَلَهُ فِي الْفَتْحِ ظَاهِرَ الْمَذْهَبِ، لٰكِنْ فِي حَظْرِ الْخَانِيَّةِ الْفُتْوٰى عَلٰى اَنَّهُ (إِذَا أُخِذَ) السَّاحِرُ اَوِ الزِّنْدِيْقُ الْمَعْرُوْفُ الدَّاعِي (قَبْلَ تَوْبَتِهِ) ثُمَّ تَابَ لَمْ تُقْبَلْ تَوْبَتُهُ وَيُقْتَلُ، وَ لَوْ اُخِذَ بَعْدَهَا قُبِلَتْ ۔'' (الشامی ج:۴ ص: ۲۴۱ طبع جدید)

ترجمہ:۔ ''اوراسی طرح جو شخص زَندقہ کی وجہ سے کافر ہوگیا، اس کی توبہ قابلِ قبول نہیں، اور فتح القدیر میں اس کو ظاہر مذہب بتایا ہے، لیکن فتاویٰ قاضی خان میں کتاب الحظر میں ہے کہ فتویٰ اس پر ہے جب جادوگر اور زِندیق جو معروف اور داعی ہو، توبہ سے پہلے گرفتار ہوجائیں، اور پھر گرفتار ہونے کے بعد توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہیں، بلکہ ان کو قتل کیا جائے گا، اور اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کرلی تھی تو توبہ قبول کی جائے گی۔''

البحرالرائق میں ہے:

''لَا تُقْبَلُ تَوْبَةُ الزِّنْدِيْقِ فِيْ ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ وَهُوَ مَنْ لَا يَتَدَيَّنُ بِدِيْنٍ ۔۔۔۔۔۔ وَفِي الْخَانِيَّةِ: قَالُوْا اِنْ جَاءَ الزِّنْدِيْقُ قَبْلَ اَنْ يُؤْخَذَ فَاَقَرَّ اَنَّهُ زِنْدِيْقٌ فَتَابَ مِنْ ذٰلِكَ تُقْبَلُ تَوْبَتُهُ، وَاِنْ اُخِذَ ثُمَّ تَابَ لَمْ تُقْبَلْ تَوْبَتُهُ وَيُقْتَلُ ۔''

(ج:۵ ص:۱۲۶)

ترجمہ:۔ ''ظاہر مذہب میں زِندیق کی توبہ قابلِ قبول نہیں، اور زِندیق وہ شخص ہے جو دِین کا قائل نہ ہو۔۔۔۔۔۔۔ اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ: اگر زِندیق گرفتار ہونے سے پہلے خود آکر اقرار کرے کہ وہ زِندیق ہے، پس اس سے توبہ کرے، تو اس کی توبہ قبول ہے، اور اگر گرفتار ہوا، پھر توبہ کی تو اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی، بلکہ اسے قتل کیا جائے گا۔''

سوم:۔ قادیانیوں کا زِندیق ہونا بالکل واضح ہے، کیونکہ ان کے عقائد اِسلامی عقائد کے قطعاً خلاف ہیں، اور وہ قرآن و سنت کے نصوص میں غلط سلط تاویلیں کرکے جاہلوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ خود تو وہ پکے سچے مسلمان ہیں، ان کے سوا باقی پوری اُمت گمراہ اور کافر و بے اِیمان ہے، جیسا کہ قادیانیوں کے دُوسرے سربراہ آنجہانی مرزا محمود قادیانی لکھتے ہیں کہ:

''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرتِ مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔'' (آئینۂ صداقت ص:۳۵)

پوسٹ (10)

اللہ کو اِنسان کی عبادت کی کیا ضرورت تھی؟

سوال:۔

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا اِنسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو عبادت کے لئے بنایا، جو کہ ہر وقت لاکھوں کی تعداد میں خدائے تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہیں، ایسی صورت میں انسان کے لئے اللہ تعالیٰ نے مخصوص عبادات: نماز، روزہ، اور حج وغیرہ کو کیوں ضروری قرار دیا؟ اور اپنے بھائی بندوں وغیرہ کی خدمت ہی کو عبادت کیوں نہ قرار دیا گیا؟

جواب:۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس دُنیا میں اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا، (۱) اور اس کے لئے اس دُنیا کو دارالامتحان قرار دیا، (۲) اور اس کو بعض اُمور کا مکلف بنایا، (۳) اور اس کے لئے ایک طریقۂ زندگی پیغمبروں کے عمل کی صورت میں پیش کردیا (۴) کہ جو اس طریقے کے مطابق اپنی زندگی کو گزاریں گے تو کامیابی پائیں گے، ورنہ ناکام ہوں گے۔ دُوسری بات یہ کہ عبادت اللہ تعالیٰ اس لئے نہیں کراتے کہ اس کو بندے کی عبادت کی ضرورت ہے اور بندے کو عبادت میں دیکھ کر اس کا مقام کچھ بلند ہوتا ہے، بلکہ یہ عبادت بندے کے اپنے لئے ہی کارآمد ہے، اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ (۵) بس اس نے ایک نظام بنادیا ہے کہ اگر عبادت کرے گا تو کامیاب ہوگا اور آخرت میں سرخرو ہوگا، اور اگر عبادت نہیں کرے گا تو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ (۶) پھر شاعر نے جو اُوپر کا شعر کہا ہے، اس کا مقصد یہ نہیں کہ انسان عبادت نہ کرے اور صرف ایک دُوسرے کے درد ہی کو محسوس کرے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے صرف عبادت کے لئے نہیں پیدا کیا، بلکہ اس کے دِل میں ہمدردی اور اِیثار واُخوّت کا جذبہ پیدا ہو، اگر عبادت سے وہ ان چیزوں کو حاصل نہیں کرسکتا، بلکہ نرا ظالم کا ظالم رہتا ہے، تو اس کی عبادت کا اثر اس میں نہیں آرہا، اسی لئے تو اَحادیث میں جہاں عبادات پر زور دیا ہے وہاں مسلمانوں کے آپس کے حقوق ادا کرنے، اُخوّت کو قائم کرنے اور ایک دُوسرے کے ساتھ ہمدردی پر زور دیا ہے۔ (۷)

(۱) قال تعالٰی: ”وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْأَرْضِ خَلِیْفَۃً۔۔۔ الآیۃ“ (البقرۃ: ۳۰)۔

(۲) قال تعالٰی: ”اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا“ (الملک: ۲)۔

(۳) قال تعالٰی: ”لَا یُکَلِّفُ اللہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا“ (البقرۃ: ۲۸۶)۔

(۴) قال تعالٰی: ”لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہِ أُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ“ (الأحزاب: ۲۱)۔

(۵) ”یا عبادی لو ان اوّلکم وآخرکم وانسکم وجِنّکم کانوا علٰی اتقٰی قلب رجل واحد منکم ما زاد ذٰلک فی ملکی شیئًا، یا عبادی لو ان اوّلکم وآخرکم واِنسکم وجِنّکم کانوا علٰی افجر قلب رجل واحد منکم ما نقص ذٰلک من ملکی شیئًا۔۔۔“ (مشکوٰۃ ص: ۲۰۳، باب الإستغفار، الفصل الأوّل)۔

(۶) قال تعالٰی: ”مَنْ عَمِلَ صٰلِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْھَا وَمَا رَبُّکَ بِظَلّٰمٍ لِّلْعَبِیْدِ“ (السجدۃ: ۴۶)۔

(۷) عن النعمان بن بشیر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”لَا تحاسدوا ولَا تقاطعوا ولَا تدابروا وکونوا عباد اللہ اِخوانًا“ (مسند احمد ج: ۳ ص: ۱۶۵)۔